

# اب بھرے شہر میں مجھے دھونڈو

فاخرہ بتول

## فہرست

- 11 اب بھرے شہر میں مجھے ڈھونڈو  
 15 اے حسین ابن علیؑ  
 17 دشت جو دل کو تپاتا ہوگا  
 19 تمہارا لہجہ بدل رہا ہے  
 20 یاد سمندر پار جو کرنا پڑتا ہے  
 22 معجزہ  
 25 دل میں طوفان پھا ہونے تک  
 27 تو اس لمحے  
 28 دیکھتے خار اگتے ہیں  
 29 کسی کا راستہ تنکنا تو ہوگا  
 31 کوئی کب بھول سکتا ہے؟  
 32 بچھڑ جانا ضروری ہے  
 33 جدا دل سے محبت کر کے دیکھیں  
 35 پورٹریٹ  
 36 ادراک  
 37 تم دیس پرائے مت جاؤ  
 38 پھر نیا خواب آنکھ میں رکھو  
 40 کوئی اب تک  
 41 تم نے ہمارے چاروں طرف ہی گھماتیں کیں  
 42 کڑوا چ  
 43 نروان  
 44 جو دل لگانے کا سوچتے ہو  
 46 محبت

85 کس نے پائے لمحے کھو کر  
87 خوشی کی رت کو پکارو تو کب نہیں آتی  
89 خواب اب کے نہیں تعبیر ملے  
91 مجھ کو دیر بھی ہو سکتی ہے  
92 لوگ تو اب بھی پوچھتے ہیں  
94 ستم نہیں یہ ستم کی ہے انتہا لوگو  
95 اس دن کے لیے  
100 میں نے آنکھوں میں سمندر کا نشان رکھا ہے  
102 دل میں احساس وفا کا بھی جگا کر دیکھو  
103 سمندر پار کرنا ہے  
105 رابطہ اس سے پرانا نکلا  
106 سال نو مبارک  
107 رستہ شاید تھک سا گیا ہے  
108 گماں میں جینے کا اس نے ہنر سکھایا ہے  
110 بھلا سکا ناں  
111 گریز  
113 شہر جاں پھر سے بنا میری قسمت میں نہیں  
114 گلابوں سے یہ دل آکٹا گیا ہے  
116 سنجوگ  
117 عید کارڈ  
118 دسمبر اب کے آؤ تو  
121 سدا آنکھوں کا آنکھوں سے ادھورا سلسلہ رکنا  
122 درد اب ہو بھی گیا کم تو بھلا کیا ہوگا  
124 مر بھی جاتی ہیں  
125 ہولے ہولے درد نے ہنسا سیکھ لیا ہے  
126 درتچے بند ہونے میں  
127 یہ سودا مجھ کو منگا پڑ گیا ہے  
129 اب مانگ میں بھی ہوئی رستے کی دھول ہے

47 ہمیں تم سے محبت ہے  
48 اگر تم نے بھلا ڈالا؟  
49 جس نے تمہیں غم خوار کیا ہے  
50 خواب کتنے عجیب ہوتے ہیں  
52 پھول کے ساتھ سلسلہ نہ رہا  
54 ڈگریاں یا روٹی  
56 ادھورے پیار کو  
57 دل کو درد بتائے دیکھو  
58 تم نے جو دل کا دان لیا ہے  
59 دیا لو  
60 نہیں ہوں رادھا مگر  
62 وصال آنکھوں میں مر گیا ہے  
63 پہلی سی بات نہیں باتوں میں  
64 نظر کے پار دیا سا جلا کے دیکھ لیا  
66 فیصلہ  
67 خواب اور آنکھیں  
71 خوشی جب مسکراتی ہے  
72 مرے اے شہر محبت  
73 دزدیدہ نگاہی  
74 دل پہ جو نیل پڑے ہیں وہ مٹا ڈالوں گی  
75 جھوٹا  
76 وفا کا درس کبھی خود کو بے وفادار  
77 دل کا چھید بہت گہرا ہے  
79 جیت کتنے ہیں اسی کو عشق میں جو مات ہے  
80 ہر جانی  
81 لا دوا درد جو دیا اس نے  
82 سنو، ہم تھک گئے ہوں گے  
84 استفسار

## ”اب بھرے شہر میں مجھے ڈھونڈو“

کچھ یاد نہیں پڑتا پہلا شعر کب کہا۔ بس اتنا یاد ہے کہ شعر لکھ کر رکھ دیا کرتی تھی کبھی کبھار ڈائری نکال کر اپنے شعروں کی خود ہی تراش خراش یا اصلاح کر لیا کرتی۔ اشعار واقعی اولاد کی طرح ہوتے ہیں جن کو کھلانا تو سونے کا نوالہ پڑتا ہے لیکن دیکھنا شیر کی نظر سے۔ شعر دو مصرعوں کو موزوں کر لینے کا نام نہیں۔ یہ فطری جذبیوں اور بے اختیار لہجوں کے عطا کردہ قرض کو بے ساختہ ادا کر دینے اور سوچ سمندر کو اوس کے معصوم قطروں کی صورت میں دل کی دھرتی پر بکھیرنے کا عمل ہے۔ میں ہمیشہ غزل یا نظم کہہ کر کچھ دنوں کے لئے اُسی حالت میں چھوڑ دیتی ہوں پھر اُس کو پڑھ کر اُس کے محاسن و معائب ڈھونڈنے کی کوشش کرتی ہوں۔ یوں سمجھئے میں اپنے شعروں کی سرجری کرتی ہوں تاکہ اُن کو مزید صحت مند بنایا جاسکے لیکن میں اُن کا پوسٹ مارٹم ہر گز نہیں کرتی کیونکہ میرا ایمان ہے شعر زندہ ہوتے ہیں۔ شاعر مر سکتا ہے لیکن شعر اگر واقعی وہ شعر ہے تو اس پر موت غالب نہیں آسکتی۔ شعر اپنی تراش خراش یا کتر بیونت میں بھی احتیاط مانگتا ہے کیونکہ اگر ظاہری چمک دمک پر ہی ساری توجہ مبذول کر دی جائے تو بعض اوقات کسی

تم کو عید مبارک ہو  
میں تجھے پیار کروں بھی تو  
اداس لہو!  
بخت آخر ڈھلا ہی کرتا ہے  
سرمنی سی شام جیسی شاعر  
مجھے اب کچھ نہیں کہنا  
خواب ساگر میں سب اپنے حوالے دیکھو  
پھنچ جانا ضروری ہو گیا تو  
پیچھے مڑ کر مت دیکھو تم  
خود کو وقف عذاب کیا کرنا  
جو راز دل کی زمیں پہ لکھے مٹا دیئے ہیں  
اسے روگ کس نے لگا دیا؟  
خواب پلکوں کو چھو گیا ہوگا  
اندیشہ  
ہر جا  
خوابوں کی رہ گزر  
مضطرب ہی کیوں ہوتے  
خاک میں خون ملایا اس نے  
یہ دل کی بات کسی کو نہیں بتانے کی  
دھند کھلنے والی ہے  
خواب صورت سراپ  
کیا بولتی ہے؟  
سمندر کا سفر اچھا نہیں ہے  
سمندر کا سفر کرتے تو اچھا تھا  
کل سے کالج بند تمہارا  
شیشان گھاٹ

مخصوص بحر میں وزن میں کہے گئے دو مصرعے تو رہ جاتے ہیں لیکن خیال اور جذبے کی موت ہو جاتی ہے میری شاعری پر کچھ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ احمد فراز، امجد اسلام امجد اور پروین شاکر کی طرح فاخرہ بھول بھی صرف ٹین ایجرز کی شاعرہ ہے اور ٹین ایجرز کے لئے شاعری کرتی ہے۔ مجھے اس بات سے انکار نہیں کیونکہ میرے خیال میں نوجوان نسل کے لئے لکھنا بُری بات نہیں ہے اگر ان کے لئے ہم نہیں لکھیں گے تو کیا آسمان سے لکھنے والے اتارے جائیں گے؟ اور ویسے بھی ہمارے بزرگوں کو شاعری کی نہیں آخرت کی فکر کرنی چاہئے۔ گو میں نے باقاعدہ کسی استاد سے شاعری میں اصلاح نہیں لی لیکن کالج کے زمانے میں اردو کی معلمہ محترمہ طاہرہ اکرام نے شروع شروع میں جو مفید مشورے دیئے وہ میرے بہت کام آئے اور پھر زمانہ خود بہت بڑا استاد ہے۔ سب لوگوں کی طرح اس استاد نے مجھے بھی بہت کچھ سکھایا ہے۔ مطالعے کا شوق بھی شعر گوئی میں میرا معاون ثابت ہوا۔ تاحال سیکھنے کا عمل جاری ہے۔ ادبی دنیا میں باقاعدہ مجھے میری دوست اور خوب صورت شاعرہ کاملہ انجم کامی نے متعارف کروایا۔ یہاں اچھے رویوں والے لوگ بھی ہیں اور ناقابل بیان رویوں والے بھی۔ ادب کی دنیا خواتین کے لئے خاردار راستے کی طرح ہے۔ مردوں کی اجارہ داری ہے۔ خواتین کو خوفزدہ کرنے کے لئے باقاعدہ ”پراپیگنڈہ سیل“ قائم کیا گیا ہے اور ان کا ایک ہی ”ماٹو“ ہے شاعرات کی کردار نشی کرنا۔ اور شاعرات کے پاس اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ یا تو وہ میدان چھوڑ دیں یا خون جلائیں اور جیئیں۔ ”پلکیں بھیگی بھیگی سی“ ”چاند نے بادل اوڑھ لیا“ اور ”کہو وہ چاند کیسا تھا“ مارکیٹ میں آئیں تو شعرو

ادب سے دلچسپی رکھنے والوں نے انہیں بہت پسند کیا۔ ان سب کی پذیرائی کی بدولت ان کتابوں کے کئی کئی ایڈیشن اب آچکے ہیں۔ پاکستان بھر سے دوستوں نے ڈھیروں خطوط اور مبارکباد کے کارڈ ارسال کئے۔ بیرون ملک سے بھی پسندیدگی کا اظہار خطوں اور مبارکباد کے کارڈز کے ذریعے کیا گیا۔ سب نے اپنی قیمتی آراء سے بھی نوازا اور مثبت تنقید بھی کی۔ میں ان سب کی شکر گزار ہوں۔ میری خواہش تو یہی تھی کہ میں ان سب کو فرداً فرداً خط کا جواب دیتی لیکن ایسا ممکن نہ ہو سکا۔ اس لئے میں آج ان سب کی محبتوں، نوازشوں کا شکریہ دل سے ادا کرتی ہوں اور امید کرتی ہوں کہ آپ سب آئندہ بھی مجھے میری شاعری کی خامیوں اور خوبیوں سے آگاہ کرتے رہیں گے۔ آپ کے خطوط میرے لئے سرمایہ بھی ہیں اور ایوارڈ بھی۔ یہ آپ لوگوں کی محبت ہی ہے جس کی بدولت ”اب بھرے شہر میں مجھے ڈھونڈو“ منظر عام پر آگئی ہے۔ کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے آپ اس کو پسند یا ناپسند کرنے کا مکمل اختیار رکھتے ہیں مجھے آپ کا ہر فیصلہ منظور ہو گا۔

آپ سب کی دعاؤں کی منتظر

فاخرہ بھول

مکان نمبر BB644-A/1

گلی نمبر 3، محلہ عید گاہ

راولپنڈی

## اے حسینؑ ابنِ علیؑ

تُو نے اللہ کا، سب نبیوں کا رکھا ہے بھرم  
 جھک گیا عرشِ بریں چومنے کو کرب و بلا  
 یومِ عاشور جسے کہتے ہیں دنیا والے  
 مرے مولا نے بنایا ہے اسے یومِ وفا

## غزل

دشت جو دل کو بتاتا ہو گا  
آئینہ سب کو دکھاتا ہو گا

راستہ جس نے محبت کا چنا  
ریت میں پھول کھلاتا ہو گا

اور ممکنہ ہے محبت کا جو شخص  
چاند مٹھی میں پھپھاتا ہو گا

پھر سے کرتی ہے صبا سرگوشی  
کوئی اس پار بلاتا ہو گا

شب ہے خاموش کئی صدیوں سے  
چاند ، کرنوں کو بتاتا ہو گا

میں نے سمجھا تھا سمندر تم کو  
”تھا“ کا مطلب تمہیں آتا ہو گا؟

”تمہارا الجہ بدل رہا ہے“

وہی ہے دھرتی، فلک وہی ہے  
یہ دل سمندر، بھٹور سے نیلا  
یقین وہی ہے، گماں وہی ہے  
یہ چاند اور کہکشاں وہی ہے  
تمہاری صورت، تمہاری صورت  
تمہاری باتیں وہی ہیں لیکن  
بہت دنوں سے یوں لگ رہا ہے  
سماعتوں میں اتر کے سورج پکھل رہا ہے  
تمہارا الجہ بدل رہا ہے



کیسا بھی ہو، کچھ بھی ہو انجام مگر  
 کھیل کا اب آغاز تو کرنا پڑتا ہے  
 عشق ڈبو سکتا ہے بیچ سمندر کے  
 کہتے ہیں سب لوگ تو ڈرنا پڑتا ہے  
 پانچواں موسم ہجر کا پلتا ہے من میں  
 اور اس رت میں وصل کو مرنا پڑتا ہے

## غزل

یاد سمندر پار جو کرنا پڑتا ہے  
 گویا انگاروں پر چلنا پڑتا ہے  
 تاریکی بڑھ جائے اور بھی کچھ لیکن  
 آشاؤں کے دیپ کو جلنا پڑتا ہے  
 خواب جگانا آنکھوں پر الزام سی  
 آنکھوں پر الزام تو دھرنا پڑتا ہے  
 منزل سے جو دور کہیں لے جاتا ہو  
 وہ رستہ ہر طور بدلنا پڑتا ہے

پھول کھل بھی سکتے ہیں  
 خوشبوؤں کو مٹھی میں  
 کون بھینچ سکتا ہے  
 جس طرح ہتھیلی کی  
 بے خبر لکیروں کو  
 کوئی باہر چھو کر  
 کیما بناتا ہے  
 اس طرح سے خوشبو بھی  
 چوم کر ہواؤں کو  
 ریشمی فضاؤں میں  
 اپنا گھر بناتی ہے  
 ہم کلی چٹکنے کو  
 اور نقس کے بربط میں  
 پریم گیت بھرنے کو  
 دلربا سی سوچوں کا  
 سلسلہ بھنی کتے ہیں

”معجزہ“

کل ہوائیں کہتی تھیں  
 خواہشوں کے صحرائیں  
 پھول کھل نہیں سکتے  
 دشت کے بگولوں میں  
 خواب کے ہیولوں میں  
 خوشبو میں مقید ہیں  
 جانے ایسا کیا دیکھا  
 آج ان ہواؤں نے  
 خود بیاں بدل ڈالا  
 کر رہی ہیں سرگوشی  
 خواہشوں کے صحرائیں

پھر وفا کی مٹی کو  
 گوندھ کر دھنک رنگ میں  
 جو ہنر دکھاتے ہیں  
 اہل دل اس کو اکثر  
 معجزہ بھی کہتے ہیں

## غزل

دل میں طوفان پیا ہونے تک  
 وہ رہا ساتھ جدا ہونے تک  
 ٹانگ جاؤ کوئی جھوٹا وعدہ  
 میرے آپچل پہ ہوا ہونے تک  
 منزلیں گم ہوئیں رفتہ رفتہ  
 راستہ راہ نما ہونے تک  
 پوچھ مت دل پہ جو بیٹی اپنے  
 درد ہونے سے سوا ہونے تک

خازاروں پہ بچھا دیں پلکیں  
ایک بندے سے خدا ہونے تک

قید میں جو بھی یقیں پر بیٹی  
تھا گماں باقی رہا ہونے تک

جال اس کا بھی بھر جائے گا  
ہے یہ سناٹا صدا ہونے تک

”تو اُس لمحے“

اک مانوس سی آہٹ پر جب

آج بھی میں نے

کھڑکی سے باہر جھانکا تو

کچھ بھی نہ پایا

دور تلک رستہ خالی تھا

شاید آج بھی وہم کوئی تھا

تو اُس لمحے سوچا میں نے

آج کے بعد نہیں دیکھوں گی رستہ تیرا

عہد ہے میرا

## غزل

کسی کا راستہ تکتا تو ہو گا  
جدائی کا مزا چکھتا تو ہو گا

یہ چندا اس قدر تنہا نہ سمجھو  
ستارے ہم سفر رکھتا تو ہو گا

بظاہر ہے بہت خاموش ساگر!  
جنوں میں کچھ نہ کچھ بجتا تو ہو گا

جو پل پل یاد آتا ہے ہمیں، وہ  
گھڑی بھر میں بھلا سکتا تو ہو گا

ہماری آنکھ کی پٹلی کا باسی  
ہمارا کچھ نہ کچھ لگتا تو ہو گا

دہکتے خار اُگتے ہیں

ہوس کی سب زبانوں پر

دہکتے خار اُگتے ہیں

ہوس کی آنکھ مقتل ہے حیا کا پار سائی کا

ہوس ہے نار کی صورت

محبت نور جیسی ہے

زمین اور آسماں سے بھی زیادہ بُعد ہے ان میں

ہوس کو تم محبت کا کبھی بھی نام مت دینا

رکو، جانے سے پہلے یہ بتا دو  
اُجڑ کر شہر پھر بستا تو ہو گا؟

تمہیں جانے کا بھی تو مل گیا تھا  
پلٹنے کا بھی اک رستہ تو ہو گا

ستاروں سے جو ہم کرتے ہیں باتیں  
فلک اس بات پہ ہنستا تو ہو گا

تمہارے بعد، تم نے یہ بھی سوچا  
ہمیں سونا نگر ڈستا تو ہو گا

کوئی کب بھول سکتا ہے؟

کتابِ زیست کے سارے ورق  
ہرزوں کی صورت ہو چکے پھر بھی

وہ پہلا رنگ جو آنکھوں میں جاگا تھا

وہ پہلا نام جو اچھا مرے ہو نٹوں کو لاگا تھا

وہ گاؤں اور وہ کچی سی پگڈنڈی

وہ پہلی رُتِ محبت کی

وہ اک انجان سانسِ دیہ تیری شوخ آنکھوں کا

حیا سے وہ مرا پلکیں جھکا دینا

وہ ناں کرتے ہوئے معصوم سا اقرار کر دینا

وہ ہاں کہتے ہوئے بے ساختہ انکار کر دینا

محبت کے یہ سارے رنگ

کوئی کب بھول سکتا ہے؟

## غزل

جدا دل سے محبت کر کے دیکھیں  
جہاں کو محو حیرت کر کے دیکھیں

یہاں سے چلو ہم طوڑ جا کر  
ذرا اُن کی زیارت کر کے دیکھیں

دُعا پھر مانگ لیں گے آؤ پہلے  
کسی پتھر کو مورت کر کے دیکھیں

سبب اس کا وہ پوچھیں گے یقیناً  
ہا پھر سے قیامت کر کے دیکھیں

”نہ نکھر جانا ضروری ہے“

تمہیں مجبور ہو کر

ہم نے آخر لکھ دیا جاناں!

کہ ان حالات میں بہتر ہے ہم بھی مان ہی جائیں

نکھر جانا ضروری ہے

سنا ہے اس میں راحت ہے غضب کی  
چلو چاہت کو قسمت کر کے دیکھیں

ہوئی حد تو بگڑ جائیں گے، مانا  
گلہ کرنے کی جرأت کر کے دیکھیں

کھلے کو چھوڑ دیں اپنے خدا پر  
وفا کو اپنی عادت کر کے دیکھیں

”پور ٹریٹ“

کینوس پر بنے ہوئے خوب صورت پور ٹریٹ کو

جس کو اُس نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا

آج ہرش سے، مختلف رنگ لے کر خراب کر دیا

اس پر بڑے بڑے کر اس بنا کر بھی

اندر لگی ہوئی آگ کے شعلے سرد نہیں ہو پارہے تھے

کیونکہ آج اُس نے ٹیلی فون ایکس ٹینشن پر

کسی کی اصل تصویر جو دیکھ لی تھی



”تم دیس پر اے مت جاؤ“

میں مانتی ہوں  
یہ گھر چھوٹا ہے اور اس میں  
کوئی ایک بھی قیمتی چیز نہیں  
اور دیس پر اے سب کچھ ہے  
لیکن سوچو  
یہاں رستہ تکتی آنکھیں ہیں  
ہے پیار، وفا، احساسِ ادھر  
سب جذبوں کی ہے باسِ ادھر  
اور دیس پر اے جا کر تم  
یہ سب کچھ کیسے پاؤ گے؟  
تم دیس پر اے مت جاؤ  
دیکھو جاناں! پیچھتاؤ گے

اور اک

ہم نے بارہا دیکھا  
رتجگوں کے موسم میں  
راستہ گھر و نڈوں کا  
خواب بھول جاتے ہیں

بے خیالی میں کھو نہیں جانا  
اے گزرتے ہوئے حسیں لحو

اجنبی کہہ تو لو مجھے لیکن  
دل سے تو اجنبی نہیں سمجھو

## غزل

پھر نیا خواب آنکھ میں رکھو  
نیند کا کھیل کھیل کر دیکھو

تم نے گم کر دیا تھا دانستہ!  
اب بھرے شہر میں مجھے دُھونڈو

خود کو برباد کر لیا میں نے؟  
چلو احساس تو ہوا تم کو

چھن سے کچھ ٹوٹ جائے سینے میں  
اس قدر بھی کسی کو مت چاہو

## غزل

تم نے ہمارے چاروں طرف ہی گھاتیں کیں  
 ہم نے کہاں محسوس تمہاری باتیں کیں  
 تارے گنگن پہ جاگے، تھک کر سو بھی گئے  
 ہم نے بنا پلکیں جھپکائے راتیں کیں  
 آنکھیں خواب سے عاری اور دھڑکن سے دل  
 پیش فلک نے بھی کیا کیا سوغاتیں کیں  
 جا تو رہے ہو جیت سمیٹ کے مٹھی میں  
 سوچو تم نے کس کے حوالے ماتیں کیں  
 سچا ند نے بس اک بار تمہارا پوچھا تھا  
 دیر تک پھر ہم نے تمہاری باتیں کیں

## ”کوئی اب تک.....“

دھیرے دھیرے رات نے پلکیں موند لیں اپنی  
 اور ستاروں کی وادی میں  
 کھویا کھویا سا سناٹا  
 خواب نگر میں گم لگتا ہے  
 چاند کے چہرے پر رقصاں ہے  
 تھکن و چھوڑا اور تنہائی  
 بے کل سائہ ہم لگتا ہے  
 لیکن جاناں!  
 دیکھ لو آکر  
 کوئی اب تک جاگ رہا ہے

## ”نروان“

بابا دینو مٹی کے گھگو گھوڑے بنا کر گلی گلی بیچا کرتا تھا  
 وہ آواز لگاتا ایک ایک روپے میں رنگ برنگے گھگو گھوڑے  
 بچے اس کی آواز پر یوں لپکتے  
 جیسے بھوکا روٹی کی خوشبو پر  
 ریزگاری کی چھوٹی سی جیب کو وہ سینے سے لگا کے رکھتا  
 شام کو اپنے جھونپڑے میں منظر معصوم یتیم پوتے پوتیوں کا  
 پیٹ بھی تو بھرنا تھا  
 وہ بہت تھکا تھکا سا لگتا  
 آخر بوڑھی ہڈیاں کہاں تک ساتھ دیتیں  
 دسمبر کی ایک سرد سی صبح اس کی لاش سڑک کے کنارے  
 اکڑی ہوئی پائی گئی  
 کسی تیز رفتار گاڑی کے پہیوں نے شاید اس کو  
 نروان کا تحفہ بخش دیا تھا

## ”کڑوا سچ“

آج پھر ہتھیلی پر  
 میں حنا سے لکھوں گی  
 پھر وہی پڑانی بات  
 مرد کچھ بھی ہو لیکن  
 با وفا نہیں ہوتا

## غزل

جو دل لگانے کا سوچتے ہو  
 لہو بہانے کا سوچتے ہو  
 بتاؤ جا کر بھلا سکو گے؟  
 یہ تم جو جانے کا سوچتے ہو  
 کسی کے دل میں مکاں بنا کر  
 اسے گرانے کا سوچتے ہو  
 محبتوں کا ہو راج ہر سو  
 یہ کس زمانے کا سوچتے ہو؟  
 نہیں ہے احسان گر محبت  
 تو کیوں جتانے کا سوچتے ہو  
 سوال چاہت، جواب وحشت  
 ستم کمانے کا سوچتے ہو

ابھی تو آئے ہو بعد مدت  
 ابھی سے جانے کا سوچتے ہو

سمندروں سے چڑا کے موتی  
 کسی خزانے کا سوچتے ہو

جو دل کی قسمت میں ہے اُجڑنا  
 تو کیوں بسانے کا سوچتے ہو؟

وفا حقیقت ہے، کس لئے تم  
 کسی فسانے کا سوچتے ہو

ہمارے چہرے کو چاند کہہ کر  
 ہمیں بنانے کا سوچتے ہو

✓ ہمیں تم سے محبت ہے

ہمارا دوش ہے مانا  
تمہیں اپنا جو ہے جانا  
تمہارے بن یہ جیون مرگ جیسا ہے  
ہمیں جنت کا ہر گوشہ بھی گویا نرک جیسا ہے  
حقیقت میں اگر سوچو  
محبت میں انا کا کام ہی کیا ہے  
چلو اب مان بھی جاؤ  
کہ تم کو ہم مناتے ہیں  
ہمیں تم سے محبت ہے

”محبت“

محبت مٹ نہیں سکتی مٹانے سے  
یہ اپنی چھب دکھاتی ہے بہانے سے  
بھڑکتی آگ تو پانی بجھا دے گا  
دھواں پھپھتا نہیں ہر گز چھپانے سے

## غزل

جس نے تمہیں غم خوار کیا ہے  
خود کو بہت ہی خوار کیا ہے

پھر اُس نے دل دینا چاہا  
پھر میں نے انکار کیا ہے

دے کر وعدے خالی خولی  
ہاں اُس نے ایثار کیا ہے

چاند کو اب تو روکو، اس نے  
برسوں مجھے بیدار کیا ہے

عشق کی بات سچ کہتے ہو  
ہاں میں نے بے کار کیا ہے

”اگر تم نے بھلا ڈالا.....؟“

لیکروں کے گھنیرے جال میں قسمت نہیں ملتی  
بہت ڈھونڈا

بہت ڈھونڈا، تو تب جا کر تمہیں پایا  
تمہیں پایا تو اب دل کو یہ اندیشہ ستاتا ہے

کریں گے کیا اگر جاناں!

ہمیں تم نے بھلا ڈالا؟

موت دیتے ہو زندگی کے عوض  
 سوچو ایسے طبیب ہوتے ہیں؟  
 ہر رکاوٹ عبور کر ڈالیں  
 اہل دل بھی نقیب ہوتے ہیں

## غزل

خواب کتنے عجیب ہوتے ہیں  
 ان میں سائے قریب ہوتے ہیں  
 نیند سے تم جگا کے سوتے ہو  
 بولو، ایسے حبیب ہوتے ہیں؟

خوف کھاتے ہیں اپنے سائے سے  
 وہ جو حرماں نصیب ہوتے ہیں

کچھ تو رکھتے ہیں وہ خبر اپنی  
 تم سے اچھے رقیب ہوتے ہیں



تب پکھیر و سفر سے لوٹا ہے  
جب ہواؤں پہ گھوٹلہ نہ رہا

ہو جو منزل قریب تر بھی تو کیا  
اب تو چلنے کا حوصلہ نہ رہا

اب پلٹنے کا سوچتے ہو کہ جب  
واپسی کا بھی راستہ نہ رہا

## غزل

پھول کے ساتھ سلسلہ نہ رہا  
گویا خوشبو سے واسطہ نہ رہا

اب تلطّف کی بات کرتے ہو  
جب وہ نظروں کا زاویہ نہ رہا

یوں یقین و گماں میں بیٹھے ہیں  
جیسے قسمت میں معجزہ نہ رہا

اب کسی بات پر نہیں حیرت  
حادثہ بھی تو حادثہ نہ رہا

یہ بے کفن کو کفن تک دلا نہیں سکتیں  
 یہ جھونپڑوں میں اُجالوں کو لا نہیں سکتیں  
 یہ بھوکے بچوں کے فاقے مٹا نہیں سکتیں

یہ ڈگریاں یہ گرانقدر علم کے موتی  
 تمہیں نصیب ، ہمیں چاہئے فقط روٹی

ڈگریاں یا روٹی.....؟

یہ ڈگریاں یہ گرانقدر علم کے موتی  
 حصول ان کا بہت خوب ہے مگر سوچو  
 یہ مفلسی میں کہاں اپنے کام آتی ہیں  
 یہ جھونپڑوں میں کہاں روشنی کو لاتی ہیں  
 یہ اہل زر کی دکانوں کو جگمگاتی ہیں  
 یہ ڈگریاں یہ گرانقدر علم کے موتی  
 بتاؤ ڈگریاں بارش سے کیا بچاتی ہیں؟  
 چھتیں ٹپکتی ہیں، گھر ٹوٹتے ہیں جن کے یہاں  
 کیا پکے کوٹھے غریبوں کو یہ دلاتی ہیں؟  
 نہیں، نہیں، نہیں ممکن

اُدھورے پیار کو.....

غزل

دل کو درد بتائے دیکھو  
چاند کو راز سنائے دیکھو  
دل اس نے خود مانگا لیکن  
اب خود ہی پچھتائے دیکھو  
نیند سہیلی جس نے چرائی  
شب بھر خواب دکھائے دیکھو  
شیشے کا بُت رکھنے والا  
پتھر سے ٹکرائے دیکھو

اُدھورے خواب کے اندر  
کبھی پلکیں نہ کھانامت  
اُدھورے خواب آنکھوں کو بہت تکلیف دیتے ہیں  
اُدھوری یاد کو دل کی زمیں میں تم نہیں بونا  
اُدھوری یاد دھڑکن میں بہت چُبھتی، سسکتی ہے  
خلش بن کر کھٹکتی ہے  
لو میں جلیاں بن کر بھٹکتی ہے  
اُدھورے پیار کو..... لیکن چلو جانے دو اس کو تم  
محبت، پیار، چاہت، عشق ہوتے ہی اُدھورے ہیں

## غزل

تم نے جو دل کا دان لیا ہے  
مشکل کو آسان لیا ہے

خود سے جو تم کرتے ہو باتیں  
سب نے وہ سب کچھ جان لیا ہے

✓ یونہی نہیں بھیگی ہیں پلکیں  
ہم نے تمہیں پہچان لیا ہے

لا حاصل غم دے کر تم نے  
اس کے عوض ایمان لیا ہے

✓ تم نے تو سب کچھ جھوٹ کہا تھا  
ہم نے تو سب سچ مان لیا ہے

”دیا لو“

وہ جاتے جاتے گلاب سارے ہی لے گیا تھا  
مگر وہ خاروں کے زرد تحفے  
ہمارے ہاتھوں میں دے گیا تھا

”نہیں ہوں رادھا مگر.....“

میں سوچتی ہوں یہ اکثر جو بن پڑے جاناں!  
میں دل کار از تمہیں جا کے بر ملا کہہ دوں  
تمہاری آنکھوں کی ان بے نیاز جھیلوں میں  
میں ڈوب ڈوب ہی جاؤں، انہی میں کھو جاؤں  
ہو جس طرح سے بھی ممکن تمہاری ہو جاؤں  
تمہارے ہاتھ کی مضبوط سی ہتھیلی پر  
میں اپنا نام لکھوں ایک دن شرارت سے  
تو بے خیالی میں تم چونک کر مجھے دیکھو  
اور ہاتھ تھام لو میرا بہت محبت سے  
حیا سے ہاتھ چھڑالوں میں اور پل بھر کو

تمہاری آنکھوں کے جھلمل ستارے بن جاؤں  
وفا کے، پیار کے سب استعارے بن جاؤں  
جدا ہوئے بھی اگر ہم تو اس طرح ہوگا  
تمہارے خواب جزیروں میں آن اتروں گی  
کبھی کبھی میرے سپنوں میں تم چلے آنا  
یہ دل کی روح کی جاگیر آج سے جاناں!  
فقط تمہارے، تمہارے ہی نام کرتی ہوں  
نہیں ہوں رادھا مگر شام شام کرتی ہوں

## غزل

پہلی سی بات نہیں باتوں میں  
 اب تک ہاتھ ہیں گو ہاتھوں میں  
 بھول بھی جاؤ چلو جانے دو  
 لوگ رہتے ہیں یونہی گھاتوں میں  
 رسم رکھی ہے نئی جاں دے کر  
 لوگ دل دیتے ہیں سوغاتوں میں  
 جیت میں ملتا نہیں آدھا بھی  
 جو مزا ملتا ہے ان ماتوں میں  
 ہم سے بادل کا پتہ مت پوچھو  
 ہم جلا کرتے ہیں برساتوں میں

”وصال آنکھوں میں مر گیا ہے“

جو ایک لمحہ گزر گیا تھا  
 پلٹ کے دیکھے تو چونک اٹھے  
 کہ ہجر دھرتی سے اب فلک تک بکھر گیا ہے  
 وصال آنکھوں میں مر گیا ہے

اتک کے رہ گیا پلکوں پہ خواب ایسا تھا  
ہزار طرح سے خود کو جگا کے دیکھ لیا  
بجو تو سکتا ہے لیکن سنور نہیں سکتا  
نصیب ہم نے بہت آزما کے دیکھ لیا

## غزل

نظر کے پار دیا سا جلا کے دیکھ لیا  
تمہارے در پہ کئی بار جا کے دیکھ لیا  
نئی طرح سے، نئے ڈھنگ سے ہوئے مجروح  
قدم قدم پہ تمہیں آزما کے دیکھ لیا  
جگر کی کرچیاں کچھ اور بھی بھر سی گئیں  
گو اپنی پلکوں سے ہم نے اٹھا کے دیکھ لیا  
یہ سانحہ ہے کہ دل کی کسک رہی باقی!  
گنوا کے دیکھا ہے، خود کو مٹا کے دیکھ لیا

## ”خواب اور آنکھیں“

تمہاری آنکھیں بہت خوب صورت ہیں  
 یہ ایک ایسا جملہ تھا جو اس سے ملنے والا ہر شخص کہتا تھا  
 آئینے کی آنکھ بھی اس کو دیکھ کر چمک اٹھتی  
 نرگس صدقہ اُتارتی، ستارے جھک کر سلامی دیتے  
 اور چاند رشک و حیرت سے تکا کرتا  
 لیکن..... اس کی ان خوب صورت آنکھوں میں کبھی کوئی خواب  
 نہیں جگا  
 وہ اکثر سوچتی، لوگ رنگ برنگے، پھولوں، تتلیوں اور جگنوؤں  
 کے خواب دیکھتے ہیں  
 تو..... تو میری آنکھیں ان خوابوں سے محروم کیوں ہیں؟  
 نا آشنا کیوں ہیں؟

## ”فیصلہ“

لکھ دیا ہواؤں نے  
 ریت پر محبت کو  
 دیکھتے ہیں کب ان کا  
 فیصلہ بدلتا ہے



اماں! میری آنکھوں میں خواب کیوں نہیں جاگتے؟

وہ اکثر پلکیں جھپک جھپک کر سوال کرتی

اچھا ہے پگلی! غریبوں کو خواب نہ ہی ستائیں تو بہتر ہے،

خو انخواہ نیند حرام ہو جاتی ہے

اماں اکتائے ہوئے لہجے میں اسے سمجھاتیں

کوئی نیند و نیند حرام نہیں ہوتی آپ تو بس یو نہی کہتی رہتی ہیں

نفسیات کہتی ہے خواب نیند کی حفاظت کرتے ہیں

وہ کسی ضدی بچے کی طرح منہ پھلا کر کہتی

اور پھر ایک دن اچانک اس کی ملاقات خوابوں کے سوداگر سے

ہو گئی

سُوء میں خواب خریدنا چاہتی ہوں

وہ آنکھوں میں اشتیاق کی معصوم سی چمک لئے ”اس“ سے

مخاطب تھی

وہ چونک اٹھا

لڑکی کی آنکھوں میں جھانکا اور ایک خوب صورت سا خواب

اپنی گٹھڑی سے نکال کر تھما دیا

اس خواب کی قیمت کیا ہے؟

سوالیہ نظریں اٹھیں

تمہاری خوب صورت آنکھیں..... خواب بچنے والے نے

بے نیازی سے کہا

نہیں نہیں یہ نہیں ہو سکتا

ایسا ہو بھی کیسے سکتا ہے میری آنکھیں تو بہت خوب صورت

ہیں

بہت قیمتی..... انمول

خواب بھی تو بہت خوب صورت اور قیمتی ہے، انمول

سوداگر نے جواب دیا

تم اپنا خواب واپس لے لو..... وہ گھبرا کر یولی

نہیں اب یہ ممکن نہیں ہے

اس سودے میں فروخت کیا ہوا مال واپس نہیں لیا جاتا

سرد لہجے میں کہا گیا

تو پھر یوں ہوا کہ سوداگر نے اس کی دونوں آنکھیں لے کر

اپنی گٹھڑی میں ڈال لیں اور رخصت ہو گیا

کسی اور گلی، کسی اور نگر کی جانب

نئے سرے سے خوابوں کا سودا کرنے.....

اور اب وہ لڑکی اپنے ہاتھوں میں خواب تھامے کھڑی تھی

لیکن..... لیکن دیکھنے کے لئے اس کے پاس خوب صورت

آنکھیں نہیں تھیں

## غزل

خوشی جب مسکراتی ہے  
اُداسی روٹھ جاتی ہے

وفا کی بات جانے دو  
یہ کس کو راس آتی ہے

محبت روٹھ جائے تو  
ہمیں برسوں رلاتی ہے

جسے تم وصل کہتے ہو  
یہ رُت بس آزماتی ہے

نا ہے رُت جدائی کی  
گلے سب کو لگاتی ہے

”دزدیدہ نگاہی“

وہ محفل میں مجھے نظر انداز کر کے  
 اوروں سے باتوں میں مگن تھا  
 یوں جیسے میں اس کے لئے بالکل اجنبی ہوں  
 لیکن اس کی دزدیدہ نگاہی نے  
 اس راز کو فاش کر ہی دیا  
 جو وہ مجھ سے  
 اور سب لوگوں سے چھپانا چاہتا تھا

”مرے اے شہرِ محبت“

تیرے چہرے کی شفق صبح، صبا چومتی تھی  
 تیری راتوں سی سیہ زلف گھٹا چومتی تھی  
 تیری سانسوں سے پُرائی تھی گلابوں نے مہک  
 تھی ستاروں سے سوا تیری ان آنکھوں کی چمک  
 مرے اے شہرِ محبت کبھی آباد تھا تو  
 تو نے اک زود فراموش کو اپنا جانا  
 سچ سمجھ بیٹھے تھے سپنے کو ناں سپنا جانا  
 اب تو کچھ بھی نہیں باقی  
 ناں وہ میں ہوں ناں وہ تو  
 مرے اے شہرِ محبت کبھی آباد تھا تو

## غزل

دل پہ جو نیل پڑے ہیں وہ مٹا ڈالوں گی  
 شہر جاں سوچ لیا ہے کہ جلا ڈالوں گی  
 اب کے سوچا ہے محبت کی روایت بدلوں!  
 اس سے پہلے وہ بھلائے میں بھلا ڈالوں گی  
 ہاں تو کیا صرف تمہیں حق ہے جفا کرنے کا؟  
 اب کے دیوارِ وفا میں بھی گرا ڈالوں گی  
 ٹوٹے تارے میرے دامن میں بکھیرے تم نے  
 میں نے سوچا تھا تمہیں اپنا بنا ڈالوں گی  
 آج سُنتی ہیں تو کل بول بھی سکتی ہیں بے آواز  
 گھر کی دیواروں کو ہر بات بتا ڈالوں گی

”جھوٹا“

وہ کہتا تھا  
 ہتھیلی پر خزاں رُت میں  
 مر اجب نام لکھو گے  
 تو تم خوشبو کی صورت میں  
 مجھے نزدیک پاؤ گے  
 اسے شاید خبر ہوگی  
 خزاں رُت میں ہتھیلی پر  
 ہمیشہ خارا گتے ہیں

”دل کا چھید بہت گہرا ہے“

ساحل پر وہ دیکھ رہی تھی  
 ٹپٹی، بنتی ریت کی لہریں  
 رکتی، چلتی، بل کھاتی اور تھکی تھکی سی  
 اور سمندر آج بھی بالکل ویسا ہی تھا  
 حیراں حیراں، ٹھہرا ٹھہرا  
 تنہائی کے کرب میں ڈوبا۔  
 الجھا، الجھا، پیسا پیسا  
 شاید اسے یاد آئی پھر سے  
 ایک کہانی  
 جس میں اک چھوٹی سی گڑیا  
 ایک جزیرے پر رہتی تھی  
 چاروں اور تھا اک سناٹا  
 گڑیا خود سے باتیں کرتی

غزل

وفا کا درس کبھی خود کو بے وفا دیتا  
 دل اس کو پیار کے جذبوں کی انتہا دیتا  
 وفا نہ کرتا محبت کا کوئی بھی وعدہ  
 وہ چشمِ غم میں کوئی خواب ہی جگا دیتا  
 تمام لفظ مری شاعری کے مِج اُٹھتے  
 وہ بھول کر جو مرے شعر گنگنا دیتا  
 کوئی خوشی مجھے دینی تھی خیر کیا اُس نے  
 مجھے وہ جینے کا تھوڑا سا حوصلہ دیتا  
 وہ میرا ساتھ نبھائے گا، لوٹ آئے گا  
 میں مان لیتی اگر آ کے وہ بتا دیتا

اکثر ان باتوں پہ ہنستی، اکثر روتی  
 کبھی کبھی وہ تھک سی جاتی  
 تنہائی سے ڈر سی جاتی  
 اک دن سورج جاگا تو حیرت سے دیکھا  
 گڑیا کا چھوٹا سا گھر وندہ  
 دور دور تک کہیں نہیں تھا  
 کہیں نہیں تھا  
 ساحل پر وہ دیکھ رہی تھی  
 مٹی، بنتی ریت کی لہریں اور سمندر  
 سوچ رہی تھی  
 ساگر زیادہ گہرا ہے یا.....؟  
 یکدم ہوک سی اٹھی من میں  
 اور وہ بولی  
 دل کا چھید بہت گہرا ہے

## غزل

جیت کہتے ہیں اُسی کو عشق میں جو، مات ہے  
 لوگ ہیں حیرت زدہ کتنی انوکھی بات ہے  
 پتھروں کے دیس سے آئے تو ہو لینے گلاب  
 یاد رکھنا یہ بہت انمول سی سوغات ہے  
 کہتے کہتے لڑکھرائی تھی زباں جس بات پر  
 آج تک میں سوچتی ہوں کون سی وہ بات ہے  
 جلیوں کی زد میں آ کر جل گیا جب آشیاں  
 بس مسلسل اُس گھڑی سے ہر طرف برسات ہے  
 بھول کر بھی چاند کی خواہش نہیں کرنا بول  
 اس کی کرنوں کے تعاقب میں اندھیری رات ہے

## غزل

لا دوا درد جو دیا اُس نے  
 ”تم پہ احسان ہے“ کہا اُس نے  
 ساتھ رہتا تو دکھ سوا ہوتا  
 ہاں بچھو کر بھلا کیا اُس نے  
 نقش بر آب کی طرح رکھی  
 کاغذی شہر کی بنا اُس نے  
 یہ زمانہ تو بس یہاں تھا!  
 ہم سے ہونا ہی تھا مجھ اُس نے  
 ہم کو دکھلا کے خواب منزل کا  
 راستہ ہی بدل لیا اُس نے  
 آپ آنکھوں کی بات کرتے ہیں  
 سنا کر دیا دل کو کربلا اُس نے

## ”ہر جائی“

وہ مجھ کو بے حد چاہتا ہے  
 اپنی جان سے بھی کچھ زیادہ  
 اسی لئے تو لکھ چھوڑے ہیں  
 اپنی ڈائری پر ہاتھوں سے  
 اس نے میری سکھیوں کے ایڈریس  
 فون نمبر اور ساری باتیں  
 وہ مجھ کو بے حد چاہتا ہے

وفا تم کر نہیں پائے  
 تم اب آئے ہو برسوں بعد  
 اور یہ ہم سے کہتے ہو  
 کہ ہم تم کو بھلا بیٹھے  
 تمہارے خط جلا بیٹھے  
 ہمیں لازم تھا یہ 'تا عمر بیٹھے راستہ تکتے  
 گھڑی بھر کو نہیں تھکتے  
 جاکتے ہو 'سچ کہتے ہو' کب انکار ہے ہم کو  
 'سنو' ہم تھک گئے ہوں گے

”سنو، ہم تھک گئے ہوں گے“

محبت مانگنے کی شے نہیں جو مانگ لی جائے  
 کسی کو کب 'کہاں یہ' اس آئی ہے  
 یہ ہم سے آج کہتے ہو؟  
 'سنو' جاناں! تمہیں بھی یاد تو ہوگا؟  
 یہی تو ابتداء میں ہم بھی کہتے تھے  
 مگر تم نے تو اس کی خود نفی کر دی تھی پل بھر میں  
 کہا تھا اس گھڑی تم نے  
 محبت مانگنے سے مل بھی جاتی ہے  
 مگر یہ شرط ہے جو مانگتا ہو دل سے وہ مانگے  
 اور ہم نے آخر شتم کو یہ دولت سوئپ دی لیکن



کس نے پائے لمحے کھو کر.....

چاند کی کرنیں، گھور اندھیرے اس آنچل میں ڈھونڈ رہی ہیں  
ان لمحوں کو،

وہ لمحے جو جگنو جیسے، تتلی جیسے، سُرخ گلاب کے جو بن جیسے  
نینوں کے پت جھڑ موسم میں ٹھہر گئے ہیں

وہ لمحے جو،

جیون کی سُنسان ڈگر پہ چلتے چلتے، اک دن تھک کر

سو گئے شاید

اور خوابوں کے اُن چھوئے، اُن دیکھے اور انجان نگر میں

کھو گئے شاید

چاند کی کرنیں، گھور اندھیرے اس آنچل میں ڈھونڈ رہی ہیں

اُن لمحوں کو،

”استفسار“

بر کھارت میں

مٹی کی سوندھی سی خوشبو

یو لواب بھی، تم کو جاناں!

میری یاد دلاتی ہے؟

لیکن ان کو کون بتائے  
جاگتی ہے کب دھڑکن سو کر  
کس نے پائے لمحے کھو کر

## غزل

خوشی کی رُت کو پکارو تو کب نہیں آتی  
اُداسیوں کی گھڑی بے سبب نہیں آتی  
وہ جس میں چاند ستارے کلام کرتے ہیں  
محبّتوں میں سُنا ہے وہ شب نہیں آتی  
قدم قدم پہ وفا توڑتی ہے دم لیکن  
جفا سُنا ہے کبھی جاں بہ لب نہیں آتی  
وہ لوٹ آئے گا جا کر یہ مانتے ہیں مگر  
بدن سے روح نکل جائے جب نہیں آتی

✓ ہوں بند آنکھیں تو صورت تمہاری آتی ہے  
اٹھا کے دیکھوں جو پلکیں تو تب، نہیں آتی

کرتوت! کوئی دُعا مستجاب ہو کیسے  
صدائے گن فیکوٹ بھی تو اب نہیں آتی

## غزل

خواب اب کے نہیں تعبیر ملے  
عشق کے باب کی تفسیر ملے  
کوئی آنکھوں میں جلائے مجنوں  
میرے جذبے کو جو تاثیر ملے  
میں یقین کر لوں تری باتوں کا  
ریت پر جب کوئی تحریر ملے  
وصل کے ساتھ ہی مشروط نہ ہو  
کاش فرقت کو بھی تاخیر ملے

عشق کو صرف گماں مت جانو  
اس کے لفظوں کو بھی تصویر ملے

عدل تب آپ کا مانیں گے حضور!  
عمر بھر ساتھ کی تعزیر ملے

موسم گل نہیں آتا اُس پل  
جب ملاقات کی تدبیر ملے

چاند مٹھی میں سمٹ جائے اگر  
پھر تو جذبوں کو بھی زنجیر ملے

”مجھ کو دیر بھی ہو سکتی ہے“

اب کے جاتے جاتے اُس نے

پلٹ کے دیکھا ان نظروں سے

جیسے اُس کو یہ کہنا ہے

راتوں کو تم جاگ جاگ کے

میرا رستہ اب مت ٹکنا

کیونکہ واپس آتے آتے

مجھ کو دیر بھی ہو سکتی ہے

پیار وفا کے سارے وعدے توڑ گیا ہے  
 آخر تم سے بھول ہوئی کیا؟  
 کہ وہ پل میں بھول گیا ہے  
 جانتے ہو تم یہ سب باتیں  
 لوگ تو اب بھی پوچھتے ہیں

”لوگ تو اب بھی پوچھتے ہیں“

تم کہتے تھے  
 میں سائے کی صورت ہر پل  
 ساتھ تمہارا دوں گا جاناں!  
 مجھ کو ہے احساس کہ اکثر  
 پیار میں دھوکا دینے والا  
 ہر غم سے آزاد پھر کرتا ہے لیکن  
 پیار میں دھوکا کھانے والا  
 جی نہیں پاتا  
 لوگوں کی باتوں کو مٹ کر  
 لمحہ لمحہ مرتا ہے وہ  
 پوچھتے ہیں سب  
 کیوں وہ تم کو چھوڑ گیا ہے؟

اس دن کے لئے.....؟؟؟

اجزاء ملت کے بکھرے تھے  
تھی قوم کی ناؤ بیچ بھنور  
تھا جوش عروج پہ موجوں کا  
اور دور کنارہ دور بہت  
سہمے سہمے پیور سہمی، گم صم گم صم  
یوں لگتا تھا اس وادی میں  
کوئی سامری آیا اور اُس نے  
جادو کی چھڑی سے چھو کر سب  
ماحول کو پتھر کر ڈالا  
آسیب کی زد میں تھا سب کچھ  
یکبار فضا نے کروٹ لی

غزل

ستم نہیں یہ ستم کی ہے انتہا لوگو  
کہ جس نے درد دیا ہے وہی دوا لوگو  
انا کا زعم تھا اس کو، مجھے خودی کا جنوں  
جُدا یوں میں تھی دونوں کی ہی خطا لوگو  
صلیبِ عشق پہ سود و زیاں کا ہوش کسے  
ہے ہار جانے میں اپنا ہی اک مزا لوگو  
زمانے بھر میں کوئی اس سا بے وفا نہ ملا  
وفا کی اوڑھ کے آیا تھا جو عبا لوگو

شاہین نے آنکھوں کو کھولا  
انگڑائی لی.....

اور دُور اُفق کو چُھو لینے کا عزم کیا  
پر اُس نے ہوا میں پھیلائے  
پرواز کے سب انداز جواں  
سب اپنوں کو

اک مست ادا سے سکھلائے  
کوؤں کے غول اڑے لیکن  
تھک ہار کے بیٹھ گئے آخر  
اُس کی پرواز بلند رہی

ملت کے بھرے اجزاء کی  
شیرازہ بندی کی اُس نے  
ناؤ نے کنارے کو پایا

معمار قوم کہوں اُس کو  
یا اُس کو قوم کی جان کہوں  
دل چاہتا ہے میں آج اُسے

بس روح پاکستان کہوں  
یہ دیس امانت ہے اُس کی  
ہم سب ہیں امیں

یہ پرچم چاند ستارے کا تو گنا ہے  
ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کا بیواؤں کا  
جن کی ناموس نے لٹ کر بھی

ہم سب کی لاج بچالی ہے  
ہے ہم سب کا رکھوالا یہ

اور قوت ہے ان بھائیوں کی  
جن کا ہے لہو اس مٹی میں

اے روح پاکستان سنو!

ہم سب مقروض تمہارے ہیں  
گلشن کے سرخ گلابوں کو

شادابی تم نے بخشی ہے

فرمان تمہارا جیون کے دستور میں شامل کر لیتے

دامن کو گلوں سے بھر لیتے

ایمان، یقین کے ساتھ آکر  
 جو نظم بھی شامل ہو جائے  
 زنجیر مکمل ہو جائے  
 ہم آج مگر کیا کر بیٹھے  
 یہ ارض و وطن  
 دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوا  
 خاموش ہیں ہم  
 جو جنت ہے اس دھرتی پر  
 وہ خطہ سرخ چناروں کا  
 دیکھو تو لہو میں ڈوبا ہے  
 خاموش ہیں ہم  
 اس دیس میں کالے دھندے سے  
 کالک ہے ملی سب چہروں پر  
 خاموش ہیں ہم  
 امداد پرانی چاہتے ہیں  
 خود دار بھی ہم کہلاتے ہیں

پختون، بلوچ اور پنجابی  
 بن کر سندھی اتراتے ہیں  
 کب اک پل کو پچھتاتے ہیں  
 خود کو اک قوم بتانے سے  
 گھبراتے ہیں، شرماتے ہیں  
 سوچو تو ذرا اک لمحے کو  
 اس دن کے لئے کیا ماؤں نے  
 لاکھوں بیٹے قربان کئے؟  
 بہنوں کی چادریں مٹی میں  
 اور داج لہو میں ڈوبے تھے  
 اس دن کے لئے؟؟؟



## غزل

میں نے آنکھوں میں سمندر کا نشاں رکھا ہے  
 دل میں طوفان کے آنے کا گُماں رکھا ہے  
 تم سے کیا خود سے بھی اظہار نہیں اب ممکن  
 کتنا معصوم محبت کا جہاں رکھا ہے!  
 کون اب تم کو جفا خُو کے جاناں! تم نے  
 دشت میں جا کے وفاؤں کا نشاں رکھا ہے  
 تم اُجالوں کے ہو راہی تو کہیں اور بسو!  
 میری آنکھوں میں تو مدت سے دھواں رکھا ہے  
 مانا میں آپ کے قابل تو نہیں ہوں صاحب!  
 اب کسی اور کے قابل بھی کہاں رکھا ہے

## غزل

دل میں احساس وفا کا بھی جگا کر دیکھو  
 جو بُرا کرتا ہے، تم اُس سے بھلا کر دیکھو  
 بھول جانا نہیں مشکل تو یہ تاخیر ہے کیوں؟  
 اتنا آساں ہے تو پھر اُس کو بھلا کر دیکھو  
 گھر مکینوں کے بنا سونا ہوا ہے کتنا  
 مری باتوں پہ اگر شک ہے تو آ کر دیکھو  
 یہ بھی ممکن ہے مسافر کوئی اپنا نکلے  
 دُنگاتی ہوئی ناؤ کو چا کر دیکھو  
 جڑ زمیں میں ہے، اسی واسطے اُونچا ہے شجر  
 راز کی بات ہے تم غور ذرا کر دیکھو

ہو ہی جائے گی جدا دل سے تمہاری خواہش  
پہلے خوشبو کو گلابوں سے جدا کر دیکھو

آنے والے کو بھٹنے سے بچانے کے لئے  
اپنی پلکوں پہ کوئی دیپ جلا کر دیکھو

تاکہ پھولوں کو بھی بھٹنے کی جگہ مل جائے  
داغ جتنے بھی پُرانے ہیں مٹا کر دیکھو

تیرگی اور اُجالے میں رہے فرق بھول  
جو جفا تم سے کرے اُس سے وفا کر دیکھو

”سمندر پار کرنا ہے“

سنو جاناں!

محبت رُت میں لازم ہے

بہت عجلت میں یا تاخیر سے وہ مرحلہ آئے

کوئی بے درد ہو جائے

محبت کی تمازت سے بہت بھرپور سالجہ

اچانک سرد ہو جائے

گلابی رُت کی چیخ اڑھنی بھی زرد ہو جائے

تو ایسے موڑ پہ ڈرنا نہیں، رُکنا نہیں، گھبرا نہیں جانا

غضب ڈھاتی ہوئی سفاک موجوں سے

کسی بھی سُرخ طوفاں سے

بہت نازک سی، بے پتہ اور دل کی ناؤ کو اُس پل

## غزل

رابطہ اُس سے پرانا نکلا  
 میرے جینے کا یہانہ نکلا  
 عشق میں پکتا و دانا بھلول  
 لوگ کہتے ہیں دیوانہ نکلا  
 دے دیا دل کا پتا تیروں کو  
 جب خطا اس کا نشانہ نکلا  
 خوں بہا میں اسے قاتل کی طلب  
 دل نادان، سیانا نکلا  
 ہے میرے ساتھ فقط تنہائی  
 اُس کے ہمراہ زمانہ نکلا

ہمیں دو چار کرنا ہے  
 ہمارا اہم ہے خود سے  
 کسی قیمت پہ بھی ہم کو  
 سمندر پار کرنا ہے

## سہ سالِ نو مبارک

آج میں نے بھی خریدا ہے بڑے چاؤ سے  
 سالِ نو کا یہ بہت سادہ سا کارڈ  
 تیری جانب سے پھر اس کو میں نے  
 اپنے ایڈریس پہ ہے ارسال کیا  
 تاکہ کالج کی میں سب سٹھیوں کو  
 جا کے دکھلا تو سکوں یہ تحفہ  
 جس میں تحریر بدل کر میں نے  
 اپنے ہاتھوں سے یہ لکھا خود کو  
 سالِ نو تم کو مبارک جاناں!

”رستہ شاید تھک سا گیا ہے“

برس برس سے  
 تیرا رستہ تنہا آنکھیں  
 پلکیں جھپک جھپک کے تجھ کو کھوج رہی ہیں  
 لیکن جاناں!  
 میرے در تک آنے والا  
 رستہ شاید تھک سا گیا ہے

یہ بات ضد کی نہیں، پُوچھ لو پرندوں سے  
 ہوا پہ کس نے بھلا آشیاں بنایا ہے  
 نُجھا نُجھا سا یہ چہرہ، دھواں دھواں آنکھیں  
 جگر کی راکھ کو ہاتھوں سے کیوں اُڑایا ہے؟

## غزل

گمماں میں جینے کا اُس نے ہنر سکھایا ہے  
 ہماری ذات سے جس نے یقین پایا ہے  
 جدائیوں کا کڑا امتحاں تھا منزل پر  
 اسی لئے کوئی رستے سے لوٹ آیا ہے  
 ہوا نے ریت سے کچھ نام ہی نہیں چھینے  
 کسی کے خوابوں کا اک شہر بھی مٹایا ہے  
 تمہارے وصل کے لمحوں کو چُن کے پلکوں نے  
 فراق رُت کو بہت دیر تک سجایا ہے

”گریز“

تمہارے سارے سوال اب تک  
مرے لہو میں مہک رہے ہیں شرارے بن کر  
چمک رہے ہیں نظر میں پل پل ستارے بن کر  
یہ میری باتوں پہ تم کو اکثر  
گماں گزرتا ہے جو عجب سا

وہ بات کیا ہے؟ جو کہتے کہتے میں رُک سی جاتی ہوں بس اچانک  
وہ بات کیا ہے جو لب پہ آنے سے ڈر رہی ہے؟  
وہ بات کیا ہے جو سانس لے لے کے مر رہی ہے؟  
میں سوچتی ہوں تمہیں میں سب کچھ بتا تو ڈالوں  
مگر کہیں تم اداس لمحوں کے آسمان پر چلے نہ جاؤ

”بھلا سکا ناں“

ہزاروں وعدے وفا کے اُس نے کئے تھے لیکن  
وہ اک بھی وعدہ نبھاسکا ناں  
یہی بہت ہے وہ چاہتا تھا کہ بھول جائے  
مگر مجھے وہ بھلا سکا ناں

نہ ایسا ہو کہ خوشی کی دھرتی پہ پھر کبھی تم اتر نہ پاؤ  
یہ بیچ اپنے تھکا تھکا سا جو ایک ناطہ ہوا ہے قائم  
اسی میں ڈھونڈو

اسی میں ڈھونڈو بہت ہی معصوم سا بھلا سا گریز بھی ہے

## غزل

شہر جاں پھر سے بسانا میری قسمت میں نہیں  
ہار کو جیت بتانا بھی تو فطرت میں نہیں  
روزِ دل سے جو جھانکو گے تو تب جانو گے  
درد پا لینا ہر اک شخص کی قدرت میں نہیں  
میرے اندر کوئی پابندِ سلاسل ہے جسے  
تم نے آزاد کرانا ہے تو عجلت میں نہیں  
اُس سے مل کر یہی احساس ہوا ہے، جیسے  
کھوٹ بس باتوں میں رکھتا ہے وہ نیت میں نہیں

تمہارے ہجر کا یہ سرد موسم  
 ہماری روح تک جھٹکسا گیا ہے  
 بہت بوجھل ہوئی جاتی ہیں پلکیں  
 سمندر اب کنارے آ گیا ہے  
 مزید اب کیا بتائیں یوں سمجھ لو  
 دیا خورشید سے ٹکرا گیا ہے

## غزل

گلابوں سے یہ دل اکتا گیا ہے  
 ہمیں خاروں کا موسم بھا گیا ہے  
 جدائی کا یہ قاتل پل اچانک  
 ہمارے درمیاں کیوں آ گیا ہے  
 تمہارے دل تلک آئے تو آئے  
 ہمارے سر سے یہ سودا گیا ہے  
 پرندہ اڑ گیا پر جاتے جاتے  
 ہمیں اک راز بھی بتلا گیا ہے



## ”سنجوگ“

اُس نے پوچھا

کن شرطوں پر پیار کرو گے؟

ساتھ رہو گے

میں نے کہا

چاہت میں شرطیں کب ہوتی ہیں

ہاں اک چھوٹی سی خواہش ہے

مجھ سے ہو سنجوگ تمہارا بس کچھ ایسا

جیسے بیج گلاب اور خوشبو

جیسے آنکھ کی پتلی سے ہے بینائی کا

جیسے دل کی دھڑکن سے ہے ہر جانی کا

## عید کارڈ

ڈاک سے آج عید کارڈ ملا

جس پہ لکھا تھا تم نے ہاتھوں سے

ہو مبارک تمہیں یہ عید بہت

آنے والی ہر ایک عید سوا

اور آخر میں پڑھ کے بات نئی

دل بہت دیر میں محال ہوا

بے خیالی میں تم نے لکھا تھا

”میری اور میری جاں کی جانب سے“

گل و بلبل، مہ و انجم وفا کے استعارے ہیں

جہاں دل وہ سمندر ہے کئی جس کے کنارے ہیں

جہاں قسمت کی دیوی مٹھیوں میں جگمگاتی ہے

جہاں دھڑکن کی لے پہ بے خودی نغمہ سناتی ہے

دسمبر، ہم سے مت پوچھو ہمارے شہر کی بابت

یہاں آنکھوں میں گزرے کارواں کی گرد ٹھہری ہے

لبوں پہ العطش ہے، بطن میں فاقے پنتے ہیں

محبت برف جیسی ہے یہاں اور دھوپ کے کھیتوں میں اُگتی ہے

یہاں جب صبح آتی ہے،

تو شب کے سارے سنے راکھ کے اک ڈھیر کی صورت میں

ڈھلتے ہیں

یہاں جذبیوں کی ٹوٹی کرچیاں آنکھوں میں چُبھتی ہیں

یہاں معصوم پھولوں کے کھلونے ”نوٹ پالش“ ہیں

یہاں روٹی کے ٹکڑے کے عوض ناموس بکنی ہے

یہاں دل کے لہو میں اپنی پلکوں کو ڈبو کر ہم

سنہرے خواب بنتے ہیں

دسمبر اب کے آؤ تو.....

دسمبر اب کے آؤ تو

تم اس شہرِ تمنا کی خبر لانا

کہ جس میں جگنوؤں کی کہکشاںیں جھلملاتی ہیں

جہاں تتلی کے رنگوں سے فضاںیں مسکراتی ہیں

وہاں چاروں طرف خوشبو وفا کی ہے

اور اس کو جو بھی پوروں سے

نظر سے چھو گیا پل بھر

مہک اٹھا

دسمبر اب کے آؤ تو

تم اس شہرِ تمنا کی خبر لانا

جہاں پر ریت کے ذرے ستارے ہیں

پھر ان خوابوں میں جیتے ہیں، انہی خوابوں میں مرتے ہیں  
 دریدہ روح کو لفظوں سے سینا گو نہیں ممکن  
 مگر پھر بھی،

دسمبر اب کے آؤ تو،  
 تم اس شہرِ تمنا کی خبر لانا

## غزل

سدا آنکھوں کا آنکھوں سے ادھورا سلسلہ رکھنا  
 بسا کر دل اُجڑنے کا ہمیشہ حوصلہ رکھنا!  
 نہیں انکار چاہت میں پھٹنے کی روایت ہے  
 جو تم سے بن پڑے ملنے کا کوئی راستہ رکھنا  
 نظر سے جب وہ او جھل ہو، تو الجھو اُس کی باتوں پر  
 اگر وہ سامنے آئے پھپھا کر ہر گلہ رکھنا  
 اسے ہے زعمِ خود پر تو، تمہیں بھی نازِ زیبا ہے  
 وہ ملنے جب کبھی آئے مقابلِ آئینہ رکھنا

رُوٹھ جانے کا تمہیں آج بہت شوق سی  
ہو گئے ہم بھی جو برہم تو بھلا کیا ہو گا

کل تمہیں ضد تھی جدا ہونا ہے ہر قیمت پر  
آج تم ہو بھی گئے ”ہم“ تو بھلا کیا ہو گا

## غزل

درد اب ہو بھی گیا کم تو بھلا کیا ہو گا  
بھول جائیں بھی جو سب غم تو بھلا کیا ہو گا

اب بھی شہزادی کی آنکھوں میں ہے سوئیوں کا ہجوم  
خوں میں پلکیں جو نہیں نم تو بھلا کیا ہو گا

بچ نکلنا نہیں ممکن کہ ہے اندھیر نگر  
چاند کی لو جو ہوئی کم تو بھلا کیا ہو گا

دل پہ تم وار کئے جاؤ مگر سوچ تو لو  
ہو گئیں دھڑکنیں مدہم تو بھلا کیا ہو گا

## غزل

ہولے ہولے درد نے ہنسا سیکھ لیا ہے  
 جانناں! یہ انداز بہت ہی جاں لیوا ہے  
 جب سے پھولوں کی خوشبو کو گویا دیکھا  
 ہونٹوں نے بس خاموشی کا جام پیا ہے  
 کیا رکھا ہے پیار وفا میں کیا رکھا ہے  
 برسوں میں نے بھی لوگوں کو درس دیا ہے  
 دھواں بھرا ہے آنکھوں میں تو حیرت کیسی  
 میرے سینے میں بھی جلتا ایک دیا ہے  
 لوٹ آؤ گے تم، انکار نہیں ہے مجھ کو  
 لیکن سوچو اتنی مدت کون جیا ہے؟

”مر بھی جاتی ہیں“

لڑکیوں کے خوابوں کی بات ہی زالی ہے  
 اک گھڑی میں پلکوں پر  
 کہکشاں کے رنگوں کو  
 یہ بکھیر لیتی ہیں  
 اور ایک لمحے میں خود بکھر بھی جاتی ہیں  
 خود سے ڈر بھی جاتی ہیں  
 ہاں یہ مر بھی جاتی ہیں

## غزل

یہ سودا مجھ کو مہنگا پڑ گیا ہے  
 جو تجھ سے پیار کرنا پڑ گیا ہے  
 گلہ کر ہی دیا خوشبو نے آخر  
 کہ اس کو کیوں بکھرنا پڑ گیا ہے  
 تیری آنکھوں میں جھانکا تو یہ جانا  
 سمندر میں اُترنا پڑ گیا ہے  
 شجر کی دیکھ کر چھاؤں گھنیری  
 گھڑی بھر کو ٹھہرنا پڑ گیا ہے

## ”درتچے بند ہونے میں“

کسی کے ہاتھ سندیہ ہمیں بھجوا بھی سکتے ہو  
 اگر ایسا نہیں ممکن تو خط لکھ دو  
 ہمیں تم فون کر کے ہی خبر آنے کی دے ڈالو  
 سنو تاخیر مت کرنا  
 درتچے بند ہونے میں ذرا سی دیر باقی ہے  
 ذرا سی دیر باقی ہے  
 درتچے بند ہونے میں

## غزل

اب مانگ میں بھی ہوئی رستے کی دھول ہے  
 شاید سفر وفا کا مرے دل کی بھول ہے  
 دشنام، تیر باتوں کے، الزام ان گنت  
 اُس کی رفاقتوں میں مجھے سب قبول ہے  
 تارِ نفس میں بڑھ گئی اس واسطے چُجھن  
 دل کے نگر میں کوئی مہکتا بیول ہے  
 خوشبو چرائے پھولوں کے تحفے مجھے نہ دے  
 پانی پہ خواب لکھنا کہاں کا اصول ہے  
 اب جا کے یہ کھلا کہ وہ اُس کی تھی ایک چال  
 جو کہ رہا تھا پیار کا دھندہ فضول ہے

زمانے کے مقابل ڈٹ گئے تو  
 لگا اب خود سے ڈرنا پڑ گیا ہے  
 بہت ہی سینت کر رکھا تھا جیون  
 کہا تو نے تو مرنا پڑ گیا ہے  
 تمنا تھی بہت پھولوں کو چھو لوں  
 مگر خاروں پہ چلنا پڑ گیا ہے

”تم کو عید مبارک ہو“

یاد ہے تم کو سالِ گزشتہ

چاند رات کو چھت پر تم نے

چاند کو غور سے دیکھا اور پھر۔

پلٹ کے میرا چہرہ دیکھا

اور یوں بولے

”تم ہی میرے چاند ہو جاناں!

اس دھرتی پر آن اترے ہو میری خاطر

تم کو عید مبارک ہو“

اب بتلاؤ دیس پر اے

کتنے چاند زمیں پر اترے؟

کس کس چاند کو تم نے کہا ہے؟

تم کو عید مبارک ہو

”میں تجھے پیار کروں بھی تو“

تیری آنکھوں میں کسی اور کی تھی پر چھائی

تیری باتوں سے کسی اور کی خوشبو آئی

تجھ کو چاہت سے مری کوئی سروکار نہ تھا

مری معصوم وفاؤں کا تجھے بار نہ تھا

تو نے ہاتھوں کی لکیروں میں لکھا غیر کا نام

پھول سے خوشبو کے رشتے کو کیا تو نے تمام

تیری سوچوں کی طرح تو بھی پر لیا نکلا

میں جسے دھوپ سمجھ بیٹھی تھی سایہ نکلا

اب تجھے میری ضرورت ہے مگر مجھ کو نہیں

اب تجھے مجھ سے محبت ہے مگر مجھ کو نہیں

تیری نظروں میں مری آج طلب ہے بھی تو کیا



جو گزر جاتا ہے لمحہ وہ پلٹتا ہے بھلا  
 بیچ مٹھی کے میں سورج کو بھلا کیسے بھروں  
 میں تجھے پیار کروں بھی تو بھلا کیسے کروں

اُداس لمحو!

اُداس لمحو! کبھی بتاؤ  
 کہ میرے ہاتھوں کی غم میں ڈوبی ہوئی لکیروں میں  
 کیا خوشی کی کوئی گھڑی ہے؟  
 ہے ریت آنکھوں میں، خار دل میں  
 تھکن کیلجے سے آگلی ہے  
 اُداس لمحو! میں تھک گئی ہوں  
 خوشی کا تھوڑا سا دان دے دو  
 مجھے محبت کا مان دے دو

جب بھی ملتے ہیں پیار کے روگی  
 یہ زمانہ جُدا ہی کرتا ہے  
 آپ کہتے ہیں تو یونہی ہو گا  
 ہاں ستم گر وفا ہی کرتا ہے  
 دل کے گھاؤ کی بات کیا کرنی  
 پیار قیمت ادا ہی کرتا ہے  
 کس نے دیکھی ہے انتہا اس کی  
 عشق بس ابتدا ہی کرتا ہے

### غزل

مخت آخر ڈھلا ہی کرتا ہے  
 دیپ جیسے جلا ہی کرتا ہے  
 چاہے جتنی بھی احتیاط کرو  
 روگ دل کو لگا ہی کرتا ہے

ریت اچھی نہیں دغا دینا!  
 ہاں مگر یوں ہوا ہی کرتا ہے

اُس کے آنے کی بات جانے دو  
 اِس طرح دل دکھا ہی کرتا ہے

”مجھے اب کچھ نہیں کہنا“

محبت ہجر کی دہلیز پہ، دو جاگتی آنکھوں میں ٹھہرا اشک ہے  
اک ایسا اشک، جس میں وصل کا پناہ لڑتا ہے  
کہ جیسے حوض کے پانی میں بھیگا عکس،  
جھلمل خواب کا منظر  
کسی کی ارغوانی اوڑھنی پہ جھلملاتا سا ستارہ،  
یا کسی خواہش کا تنہا سا جزیرہ  
جس کے چاروں سمت پانی ہے  
اور اس پانی میں جتنے سیپ ہیں سب موتیوں والے  
مگر وہ خیرہ کن موتی کہاں سب کے مقدّر میں  
یہ سب باتیں تمہیں ملنے پہ مجھ کو تم سے کہنا تھیں

”سُرمئی سی شام جیسی شاعرہ“

وہ سلونی، سُرمئی سی شام جیسی شاعرہ  
جس کی آنکھوں میں سدا جگنو لرزتے،  
مسکراتے، گنگناتے سے جھے  
وہ سہیلی تھی غزل کی، شاعری جیسی لگے  
جس کے لفظوں میں تھی مٹی کی مہک، پھولوں کا رنگ  
کچھ ادھورے خواب، پلکوں کی منڈیروں پر جلا کر سو گئی  
جیسے وہ اندھیر نگری کی کرن تھی، کھو گئی  
جانے کیوں اُس نے بہت ہی دُور اک تنہا جزیرے کو چننا  
وہ جزیرہ جس کی جانب جو گیا، اُس کا ہوا  
وہ سلونی، سُرمئی سی شام جیسی شاعرہ

مگر جاناں! تمہیں دنیا کے دھندوں سے کہاں فرصت  
مجھے ڈر ہے کہیں ایسا نہ ہو جب تم کو فرصت ہو  
تو میں کہہ دوں  
مجھے اب کچھ نہیں کہنا

## غزل

خواب ساگر سے ہیں سب اپنے حوالے دیکھو  
ساتھ یہ تم کو بھی اپنے نہ بہا لے دیکھو  
اتنی مایوسی نہیں اچھی، گھڑی بھر کے لئے  
تیرگی میں جو چُھپے ہیں وہ اُجالے دیکھو  
ہم جو یوں چُپ ہیں کوئی بات تو ہو گی آخر  
کس نے ہونٹوں پہ لگائے ہیں یہ تالے دیکھو  
یہ جو پلکوں سے گرے خاک میں مل جائیں گے  
بڑی مشکل سے ہیں کچھ خواب سنبھالے دیکھو

ہاں کبھی پھول کھلا کرتے تھے لیکن اب تو  
زرد پتوں نے ہیں ڈیرے یہاں ڈالے دیکھو

اب تو ہر سانس سے آتی ہے فقط ایک صدا  
دل کی بستی میں کوئی روگ نہ پالے دیکھو

دار کو چھو لے کبھی کچے گھرے پر تیرے  
عشق کے ہوتے ہیں انداز نرالے دیکھو

## غزل

بچھو جانا ضروری ہو گیا تو  
جو پچھتانا ضروری ہو گیا تو

ستم سنے کی عادت ہے ہماری  
ستم ڈھانا ضروری ہو گیا تو

محبت ہے دکھتا دشت لیکن  
جو جل جانا ضروری ہو گیا تو

ابھی پانا، گنونا ہے برابر  
اگر پانا ضروری ہو گیا تو

جا، وہ آپ کا اپنا نہیں ہے  
جو بیگانہ ضروری ہو گیا تو

✓ پیچھے مُڑ کر مت دیکھو تم.....

پیچھے مُڑ کر مت دیکھو تم

اُس جانب اب گرد میں ڈوبی کچھ آنکھیں ہیں

جن میں جلتی آشاؤں کے دیپ ملیں گے

دُھواں دُھواں سپنوں کی ان میں راکھ ہے باقی

راکھ کریدو گے تو سوچو کیا پاؤ گے؟

پت جھڑ کے کچھ بھولے بسرے، عکس ہیں بکھرے

اب اُس جانب

من مورکھ کے روگ کیلئے، جو گی بن کر، ہر چوکھٹ پر

سینے میں اک ہوک دبائے

اشکوں کی مالا جپتے ہیں

پل بھر کو بھی کب تھکتے ہیں

پیچھے مُڑ کر مت دیکھو تم.....

ورنہ سورج کی کرنوں سی ٹوٹی پھوٹی، کرچی کرچی

کوئل سی گڑیا پاؤ گے

دیکھ کے اُس کو ڈر جاؤ گے

جس کی آنکھوں میں سوئیوں کا شہر بسا ہے

لہو لہو ہیں پلکیں اُس کی

ہو ننٹوں پر صدیوں کے تالے

اپنی طرز میں وہ گڑیا بھی بس واحد تھی

اور اپنے لٹ جانے کی تنہا شاہد تھی

لیرو لیر تھا آنچل اُس کا

بھیل گیا تھا کا جل اُس کا

ناوک کھائے اُس نے پل پل

پھرتی تھی وہ بے کل بے کل

کوئل کوئل جذبے اُس کے

شائد روند دیئے موسم نے

اُس گڑیا کا نام تھا ”سارہ“

اور شگفتہ چہرہ اُس کا  
 تاروں کی رانی بننے کے شوق میں اُس نے ✓  
 مٹی اوڑھ لی بند آنکھوں پر  
 پیچھے مڑ کر مت دیکھو تم.....  
 لاکھوں لاشے بکھرے پڑے ہیں چاروں جانب  
 سارے ہی بے گور و کفن ہیں  
 وصل کے 'پیار' وفا کے لاشے  
 پھولوں 'کلیوں اور تتلی کے'  
 خوشبو 'رنگ' صبا کے لاشے  
 کچھ کو تو پہچان بھی لو گے  
 کچھ کو نہیں پہچان سکو گے  
 لمحہ بھر کو غور کرو تو،  
 اب بھی جاناں!  
 ہاتھ ہیں سب پابندِ رسن اور  
 سب آنکھوں پر مہر لگی ہے،  
 کالی شب کی 'جانے کب کی

اگلے موڑ پہ آہنچے ہو  
 آگے دیکھو، اب کیا کرنا ہے یہ سوچو  
 آگے بھی کچھ رنگ برنگے جگنو ہوں گے  
 اُن کو ڈھونڈو اور مٹھی کو روشن کر لو  
 پیچھے مڑ کر مت دیکھو تم.....

## غزل

خود کو وقفِ عذاب کیا کرنا  
اس قدر اضطراب کیا کرنا

جب اُمنگوں نے دار کو چوما  
تم نے بھیجا گلاب کیا کرنا

قتل کس نے کیا ہوا تھا کون؟  
اب حساب و کتاب کیا کرنا

وہ جو خوشبو کا ہم سفر ٹھہرا  
تھا حقیقت کہ خواب کیا کرنا

جس نے آنا تھا، آچکا ہے تو پھر  
بند اب دل کا باب کیا کرنا

## غزل

جو راز دل کی زمیں پہ لکھے، مٹا دیئے ہیں  
جو خواب پلکوں پہ آ کے جاگے، سُلا دیئے ہیں

جو تم نے سوئپی خلش ہمیں وہ ابھی ہے باقی  
مگر جو پیماں کئے تھے ہم سے، بھلا دیئے ہیں

ہوئے ہیں جو در بدر کبھی تو ملو نا اُن سے  
یہ پوچھو گھر اُن کے کس نے آخر جلا دیئے ہیں

رہے، بسے تھے زمیں کو پیروں میں روند کر جو  
جہاں نے اُن کے نشان تک بھی مٹا دیئے ہیں



یہ تیرہ شب جو ملی ہے ہم کو، کرم تمہارا  
 دیے لمو کے اب اس میں ہم نے جلا دیئے ہیں  
 سلوک تم نے جو آج ہم سے کیا ہے، اُس نے  
 ہماری آنکھوں سے سارے پردے اٹھا دیئے ہیں

اسے روگ کس نے لگا دیا؟

یہ تھکا تھکا سا جو چاند ہے

یہی خواب ہے

کسی آنکھ کا

جسے جاگنے کی سزا ملی

یہ جو چاند ہے

یہ عذاب ہے

وہ عذاب جس نے ملا دیا ہے گلاب لہوؤں کو خاک میں

یہ جو چاند ہے

یہ جواب ہے

کسی اس طرح کے سوال کا

کہ جو آج تک نہ اٹھا کبھی کسی ذہن میں

یہ جو چاند ہے  
یہ تو باب ہے کسی درد کا  
کسی ہجر کا، کسی وصل کا  
کسی زرد زرد سی فصل کا

یہ تھکا تھکا سا جو چاند ہے

بکھی بن پڑے تو یہ اس سے پوچھ کے دیکھنا  
اسے گری گری سی نیند سے

بھلا کس نے آ کے جگادیا

اسے روگ کس نے لگادیا؟

## غزل

خواب پلکوں کو چھو گیا ہو گا  
عکس آنکھوں میں جاگتا ہو گا

راستہ جب بدل لیا تم نے  
دل نے کچھ تو تمہیں کہا ہو گا؟

اُس کے اظہار پر دل مضطر  
ایک پل کو ٹھہر گیا ہو گا

افتاقاً ملا تھا رستے میں  
افتاقاً پھٹ گیا ہو گا

ہو گا اشجار کو ہوا سے گلہ  
ایک پتا بھی جب گرگا ہو گا

”اندیشہ“

تم کوچ کا دعویٰ ہے  
 جھوٹ میں نہیں کہتی  
 تم نوید دیتے ہو وہ گھڑی بھی آئے گی  
 میرے گھر کے آنگن میں پھول مسکرائیں گے  
 اور میری سانسوں میں  
 خوشبوئیں جگائیں گے  
 تم نے یہ بھی سوچا ہے؟  
 رت بہار کی اکثر  
 راستہ کسی گھر کا  
 بھول بھی تو جاتی ہے

دو جزیرے ہیں خشک بجز سے  
 کون آنکھوں میں ڈوبتا ہو گا

ریت کے سر پھرے بگولوں میں  
 کوئی جلتا ہوا دیا ہو گا

ہے عجب ریت اس زمانے کی  
 جو ڈبو دے وہ ناخدا ہو گا

✓ جو ہر اک بات پر قسم کھائے  
 یاد رکھو وہ بے وفا ہو گا

## ”ہر جانی“

یاد ہے تم کو.....؟

تم نے پیدل سے بائیک تک کا سفر میرے ساتھ کیا تھا

ہم دونوں خوش تھے بہت خوش

لیکن بائیک سے گاڑی تک کے سفر میں

شاید میں ہی تمہارا ساتھ نہیں دے پائی

اور تم آگے نکل گئے بہت آگے

میں جانتی ہوں

تم اب بھی خوش ہو بہت خوش

لیکن فرق صرف یہ ہے کہ

اب تمہارے ساتھ میں نہیں کوئی اور ہے

## ”خوابوں کی رہگذر“

تو نے دیکھی ہے خوابوں کی وہ رہگذر؟

جس کی منزل تھی اجڑا ہوا سانگر

سرمئی شام تھی جس کے چاروں طرف

جس میں منظر جدائی کے تھے صف بہ صف

وصل تھا سر بھٹ

بن گیا کرچیاں من کا نازک صدف

تو نے دیکھی ہے خوابوں کی وہ رہگذر.....؟

سنگ ریزوں کی بارش ہوئی تھی جہاں

اور کوئل سے جذبے ہدف بن گئے

پائمالی نے ان کو لہو کر دیا

باوضو کر دیا..... سر خرو کر دیا

آج بھی جو مسافر گیا اُس طرف  
 اُس نے پایا نہیں واپسی کا نشان  
 اُس کو ڈھونڈا فلک نے یہاں سے وہاں  
 تُو نے دیکھی ہے خوابوں کی وہ رہگذر.....؟

مضطرب ہی کیوں ہوتے؟  
 بے کنار جذبوں کو  
 کب کنار ملتا ہے؟  
 بے قرار سوچوں کو کب قرار ملتا ہے  
 بے دیار لوگوں کو کب دیار ملتا ہے  
 آج کس لئے تم نے یہ سوال پوچھے ہیں؟  
 ایک پل کو سوچو تو  
 بے خبر پرندوں کو  
 کب ہوائیں دیتی ہیں  
 خوشبودوں کے سندیے  
 اجنبی جزیروں کا کب پتہ بتاتی ہیں  
 اُن کو اُن کے ہونے کا

کب یقیں دلاتی ہیں  
 تم نے جو بھی پوچھا ہے  
 ہم جواب دینے کا حوصلہ اگر رکھتے  
 مضطرب ہی کیوں ہوتے؟

## غزل

خاک میں خون ملایا اُس نے  
 خواب کا چہرہ بتایا اُس نے  
 ریت مٹھی سے پھسلتی دیکھی  
 جب کوئی وعدہ بھلایا اُس نے  
 چاند کی تم نے شرارت دیکھی  
 دل کو پھر درد بتایا اُس نے  
 مرے دشمن کا کوئی دوش نہیں  
 مجھ کو یہ گھاؤ لگایا اُس نے

آج تجدیدِ وفا کا پوچھا  
نقشِ پانی پہ بتایا اُس نے

اب بھی کیا رکھتے ہو موسمِ سا مزاج  
میں نے پوچھا نہ بتایا اُس نے

## غزل

یہ دل کی بات کسی کو نہیں بتانے کی  
ازل سے ریت ہے جگ سے اسے پھپھانے کی

بہت ہی سہل ہے وعدہ وفا کا کر لینا  
ذرا سی ڈال لو عادت اسے بھانے کی

سمیٹ سکتے ہو تم جیت اپنی مٹھی میں  
ہمیں تو پہلے ہی عادت ہے ہار جانے کی

عجیب لوگ ہیں خُو اپنی چھوڑتے ہی نہیں  
بسا بسا کے سدا بستیاں مٹانے کی

”دھند پکھنے والی ہے“

ڈھلتے ڈھلتے نخت کسی کا  
ایسے ڈھلا کہ تیرہ شبی نے گھیر لیا  
تاج کسی کے سر کا کسی کے قدموں میں ہے آن گرا  
راج سنگھاسن کس کا تھا سوچو  
کس کو ملا؟  
پلکوں پہ جو خواب جگا وہ  
تھکن بہت گہری آنکھوں میں چھوڑ گیا  
ذات حصار پہ گرد جی اور آئینہ بھی دھندلا سا گیا  
لیکن پھر بھی  
آج تمہارا فون سنا تو یوں مجھ کو محسوس ہوا  
دھند پکھنے والی ہے

کچھ ایسی ٹھان لی دل نے کہ ڈوبنا ہی پڑا  
پھرتی موجوں سے لڑنے کی پار جانے کی  
ہمیں خبر تھی کسی روز چھوڑ جاؤ گے  
نہیں ہے تم کو ضرورت کسی بہانے کی



وہ وفا کا یقین دلاتا رہا  
وعدے کرتا رہا، بھلاتا رہا

پھر اچانک پتہ چلا ہم کو  
ہم سے کچھ واسطہ نہیں اس کو

ہم نے بھٹورے کو جانا پروانہ  
یہ تو تھا اس کا مشغلہ، جانا

یوں وہ آنکھوں میں بو گیا غم کو  
ایک پچھتاوا دے گیا ہم کو

### ”خوب صورت سراب“

ایک سپنا حسین تر دیکھا  
یہ جہاں دل نشین تر دیکھا

چاند ہم نے زمیں پہ پایا تھا  
خود کو عرشِ بریں پہ پایا تھا

وہ حقیقت تھا ایک سپنا سا  
غیر ہو کر بھی اپنا اپنا سا

اُس کا لہجہ تھا دھیمہ دھیمہ سا  
آنکھوں آنکھوں میں بات کہتا تھا

اُس کی آنکھیں بھی خواب جیسی تھیں  
خوب صورت سراب جیسی تھیں

## غزل

سمندر کا سفر اچھا نہیں ہے  
 انوکھا ہے مگر اچھا نہیں ہے  
 جہاں اِذنِ تَلَمُّ ہو کلی کو  
 تو کیا ایسا نگر اچھا نہیں ہے؟  
 ہوا احساس طوفاں جا چکا تو  
 کوئی تنہا شجر اچھا نہیں ہے  
 جنوں آخر جنوں ہے ہم نے مانا  
 مگر اب اس قدر اچھا نہیں ہے  
 کبھی سو چاہے تم نے جان و دل کا  
 بھٹکنا در بدر اچھا نہیں ہے

## کیا بولتی ہے؟

مٹی سے بنی اس مورت کو  
 تم سانس عطا کر سکتے ہو  
 پانی کو دیا کر سکتے ہو  
 دھڑکن کے بنا دل سیپ ہے وہ  
 جس کو یا قوت کی خواہش ہے  
 مٹی سے بنی اس مورت کو  
 تم اپنی بولتی آنکھوں سے  
 چُھو کر دیکھو  
 تب جانو گے  
 یہ کیسے زندہ ہوتی ہے  
 یہ کیسے آنکھیں کھولتی ہے  
 کیا بولتی ہے؟

لرزتا سا سرِ مرگاں ستارا!  
 گرے جو خاک پر اچھا نہیں ہے  
 اُسے چاہا تو ہم نے تب یہ جانا  
 وہ اتنا بے خبر، اچھا نہیں ہے  
 سُنو کارِ وفا، کارِ جہاں میں  
 بُرا ہے کب اگر اچھا نہیں ہے

## غزل

اسمندر کا سفر کرتے تو اچھا تھا  
 کسی کو ہم سفر کرتے تو اچھا تھا  
 اگر واپس ہی آنا تھا تمہیں جا کر  
 ہمیں اس کی خبر کرتے تو اچھا تھا  
 شبِ فرقت کو تم نے کیوں طوالت دی  
 یہ قصہ مختصر کرتے تو اچھا تھا  
 ہواؤں پر تمہیں لکھنا تو آتا ہے  
 ہوا کو نامہ بر کرتے تو اچھا تھا

ہوش و حواس گنوا بیٹھو گی“

اُس کی بیٹی نے جب پوچھا

یو لو ماں!

اُن دیکھے، اُن جانے شہر کو تم کیا جانو؟

نظریں پڑا کر اُس نے ڈانٹا

بس آگے اک لفظ نہ کہنا

کل سے کالج بند تمہارا

”کل سے کالج بند تمہارا“

ماں ہونے کے ناتے اُس کی یہ خواہش تھی

اپنی بیٹی کو سمجھائے

اُس کی ضدی، خود سر اور معصوم سی بیٹی

اُن رستوں پر چل نکلی تھی

جن کی منزل سسک رہی تھی

دھوپ کے تھال پہ موم کی صورت

اس نے بہت ہی سمجھایا تھا

”تم بچی ہو اور زمانہ اتنا شاطر

## ”شمشان گھاٹ“

سورج نے جب کالی شال سے چہرہ ڈھانپا  
پھر سے شام کا شر اچانک

نیلی کروٹ لے کر جاگا

جگمگ جگمگ چاند، ستارہ..... بن گیا سارا

ڈھولک کی مخصوص تھاپ اور گھنگھر ووں کی کھن کھن لے پر

جھل جھل رنکلیں آنچل لہرا اٹھے

گیت، روشنی، امریتا اور چندا بائی

سازوں کے سرکش جھرمٹ میں

پیروں کو تھاتا، تھئی تھئی پہ مور بنا کر

کچھ اٹھلا کر، کچھ لہرا کر

چنچل جو بن، روپ سروپ کی چھب دکھلا کر

بدن کو تیر کمان بنا کر

ہو نٹوں پر جھوٹی سی اک مسکان سجا کر

ناچ رہی ہیں

نئے نئے نوٹوں کی بارش میں ٹھر کی مہمانوں کا شور مچا ہے

نائیکہ منہ میں پان دبا کر، ناز سے دایاں ابرو اٹھا کر

اور اپنی آنکھیں مٹکا کر خاصی خوش ہے

غور کریں تو،

عورت ذات کی شرم و حیا کا،

عزت کا، ناموس و انا کا

یہ بھی تو شمشان گھاٹ ہے